نگاہ اولین

صلیب و ہلال کی کشمکش...... سقوط عراق کے پس منظر میں

عبدالرشید صدیقی

قرآن پاک میں یہود و مشرکین کی اسلام دشمنی کے بارے میں یہ صراحت موجود ہے: ﴿لتجدن أشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين أشركوا......﴾ [المائدة / ۸۲]

عالم اسلام آج جن گوناگوں مصائب و آلام میں دل گرفتہ ہے، مجموعی طور پر ایسا کبھی نہیں ہوا ہے۔ تمام تر دفاعی، جغرافیائی، اقتصادی، زرعی اور افرادی وسائل و سہولیات اللہ تعالی کی طرف سے وافر مقدار میں مہیا ہونے کے باوجود جس بے بسی و ناداری اور پشیمانی کا سماں آج نظر آ رہا ہے، اس کا عشر عشیر بھی اجتماعی طور پر ماضی میں کبھی اس روئے زمیں پر رونما نہیں ہوا۔ ان تمام واہی تباہی کے پس پردہ ہماری اپنی انفرادی و اجتماعی غفلت کارفرما ہے۔ جو کہ احکام الٰہی سے روگردانی کا شاخسانہ ہے۔ ﴿وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدوّ الله وعدوكم﴾ [الأنفال/ ٦٠] کو پس پشت ڈال کر خصوصاً ہمارا حکمران طبقہ امت مسلمہ کی فکر سے آزاد ہو کر دشمنوں کی آغوش میں آلتی پالتی مار کر محو خواب ہوا۔ [redacted]

ممکن ہے ایسا اقدام بادل نخواستہ کیا جا رہا ہو، لیکن اگر آیت مذکورہ پر عمل پیرا ہوتے تو دشمنان دین کے آلہ کار بننے پر ہرگز مجبور نہ ہوتے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس تاریخی اور پرعزم قول مبارک پر عمل پیرا ہوتے، تو ذلت کے یہ دن دیکھنا نصیب کبھی نہ ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فتح مصر کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر کو، اور وہاں کے مسلمان باشندوں کو مخاطب کر کے کہا تھا، جو لوح دل پر سنہرے حروف میں نقش کرنے کے قابل ہے۔ انہوں نے فرمایا: "أنتم في رباط دائم لكثرة الأعداء حولكم، ولتشوّف القلوب اليكم" **ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا کہ تم مستقل محاذ جنگ پر ہو، اور اسلامی سرحد کے دائمی محافظ ہو، اس لئے کہ تمہارے اردگرد دشمنوں کی کثرت ہے، جن کے دل تم پر لگے ہوئے ہیں۔**"

یہاں "رباط" کے لفظ میں نہ صرف عسکری و جسمانی طور پر بلکہ معنوی، ذہنی اور فکری طور پر بھی ہمیشہ چوکنا رہنے کا مفہوم شامل ہے۔ اگر تم ہمیشہ چوکنا نہیں رہو گے، تو اس ملک میں اسلام کا محفوظ رہنا مشکوک ہے۔

آج جتنے مسلم ممالک اس روئے زمین پر قائم ہیں، اسلامی وعسکری اصولوں کے پابند ہوتے، اپنے اندر مجاہدانہ کیفیت پیدا کرتے اور غفلت پیدا کرنے والی، دشمن کو موقع دینے والی چیزوں سے بچتے، تو کسی کافر کو مسلمان سے ٹکرانے کی ہمت کبھی نہ ہوتی، اور مسلم ممالک فتنوں کی آماجگاہ نہ بنتے۔ اس امت کی پہرہ داری اور بیداری کی کوئی حد وغایت نہیں، ہم کبھی اس سے فارغ نہیں ہوسکتے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا :

مکتبِ عشق کا انوکھا دستور! اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

حقیقت میں امت اسلامیہ کے لیے "چھٹی" ہے ہی نہیں۔ جو کام امت اسلامیہ کے سپرد کیا گیا ہے، اس کی جو مشکلات ہیں، ان کے تناظر میں چھٹی کا کوئی جواز ہی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جہاں جہاں اسلام کا زوال ہوا ہے، وہاں "چھٹی" کی ذہنیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ ذہنیت مسلم اقوام کے لئے سخت خطرناک ہے۔ اسی کو قرآن مجید نے "اِخلاد" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے: ﴿ ولو شئنا لرفعناه بها ولكنه أخلد إلى الأرض واتبع هواه ﴾ [الاعراف/١٧٦] **"اگر ہم چاہتے تو آیتوں کی بدولت اسے سربلند کردیتے، لیکن وہ زمین سے لگ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا ......"**

ایک ایسی قوم کے حق میں جو بیرونی واندرونی خطرات سے ہردم دوچار ہو، یہ "اخلاد" سم قاتل ہے، جبھی تو اللہ تعالی اس ذہنیت کو سربلندی کی راہ میں سنگ گراں قرار دے کر ایسے لوگوں کو ہردم ہانپتے رہنے والے کتوں سے تشبیہ دیتا ہے۔

آج امریکہ اور اسکے حلیف ممالک پرانے استعماری طریق کار کو نیا روپ دے کر مسلم دنیا کو جکڑنے کی جو منصوبہ سازی کررہے ہیں، بعض اسلامی ممالک پر قابض ہوگئے ہیں اور بعض کو ڈرادھمکا کر اپنے قالب میں ڈھالنے کے لئے کوشاں ہیں۔ افغانستان کو امن واستحکام سے محروم کرنے کے بعد آج عراق میں جو حشر ڈھایا گیا ہے اور ڈھایا جارہا ہے اور مشرق وسطی کے علاوہ ایران اور پاکستان میں بھی سوا نیزے پر آفتاب لانے کے لئے ہر طرح سے دباؤ بڑھا رہے ہیں۔

اب یہ ایک دو ممالک کا معاملہ نہیں رہا، بلکہ اسلامی احکام سے صرف جذباتی لگاؤ رکھنا ہی عالمی سطح پر ناقابل معافی جرم قرار دیا جارہا ہے۔ عراق، جہاں صدام حسین عرصے سے قابض تھا۔ اس کے نظریات وطریق حکمرانی سے کوئی اتفاق نہیں رکھتا تھا، مگر اس وقت روئے زمین پر سپر طاقت کے دعویدار کئی ممالک کا ایک نحیف ونزار ملک پر، جو پہلے ہی سے مختلف بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے کسی سے لڑنے کی سکت ہی نہ رکھتا تھا، خود ساختہ خطرات اور بہانوں کے سہارے حملہ آور ہونا اور خطرناک ترین بموں، گولوں اور میزائلوں سے نہتے عوام کی خاطر تواضع کرنا اور بچے کھچے لوگوں کے لئے پانی، بجلی اور علاج معالجے کے

وسائل تک تباہ کر کے رکھ دینا، لٹیروں کو کھلی چھوٹ دینا اور قدیم ثقافتی ورثوں کو چوروں کے رحم وکرم پر چھوڑنا جیسے سنگین اقدامات اس بات کا بیّن ثبوت پیش کرتے ہیں کہ یہ صدام دشمنی نہیں بلکہ مسلم دشمنی اور عراق دشمنی ہے۔

ان اقدامات کے پس پردہ صلیبیوں اور صہیونیوں کا گٹھ جوڑ ہے، جو مسلمانوں کے حساس اور قیمتی مقامات پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اسرائیل کو مزید پھلنے پھولنے کا موقع مہیا کرنا مقصود ہے۔ فلسطینیوں کا ناطقہ بند کر کے عظیم تر یہودی ریاست کے نقشے پر عمل درآمد کے لئے راہ ہموار کرنا مطلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عراقی باشندے خواہ شیعہ ہوں یا سنی، صدام کے دشمن ہوں یا حامی، ہر کوئی بیرونی جارحیت کو یکسر مسترد کرتا ہے اور حملہ آور فوجیوں کو غاصب وظالم قرار دیتے ہوئے فوری طور پر عراق کو خالی کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

صلیب وہلال کی کشمکش کا آغاز ۶۳۶ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فلسطین پر قبضے سے ہوتا ہے، جس وقت بازنطینی حکومت کے ظلم وستم سے تنگ آئے ہوئے اہل فلسطین وشام جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اور اہل فلسطین نے عدالت فاروقی کے سایہ تلے امن وسلامتی اور ترقی وخوشحالی کے ساتھ سعادت بھری زندگی گزاری۔

یورپ کے عیسائی یہ بات بھولے نہیں تھے۔ جب عیسائی قبضے کا ہزار سالہ دور ختم ہوا، تو متعصب پادریوں اور سیاسی زعماء نے فلسطین پر دوبارہ قبضے کے منصوبے بنانا شروع کئے۔ ۴۹۲ھ مطابق 1098ء میں جم غفیر صلیبی لشکر یورپ ہی سے تباہی مچاتے ہوئے آیا اور یروشلم پر قابض ہوگیا، پھر اس لشکر نے ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے، زبان وقلم سے اس کی تعبیر ممکن نہیں۔ مسجد اقصیٰ شریف کے صحن میں 70,000 مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ یوں 89 برس تک یہ عیسائی، فلسطین (یعنی موجودہ فلسطین، شام، لبنان اور اردن) پر قابض رہے۔ اس دوران وہاں کے باشندے ظلم وبربریت کی چکی میں پستے رہے۔

پھر کردستان سے امت اسلامیہ کا بطل جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اٹھا اور ۵۸۳ھ مطابق 1187ء کو معرکہ حطین میں صلیب پرستوں کو شکست فاش دے کر بیت المقدس کو آزاد کرانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور وہاں دوبارہ اسلامی عدالت اور انسانی رواداری کا راج قائم ہوا۔

پھر ۸۹۷ھ مطابق 1492ء میں سقوط غرناطہ کا سانحہ پیش آیا۔ اس کے پس منظر میں مسلمانوں پر پیش آنے والے واقعات اور بنوک تلوار عیسائی بنانے کی مہم، یہ سارا ماجرا صلیبیوں کے عظیم تر منصوبے کے تحت ہو رہا تھا۔

آخر ۱۳۴۲ھ مطابق 1923ء میں خلافت عثمانیہ کی شکست وریخت پر منتج ہونے والے دلدوز مناظر بھی صلیبی کارستانیاں ہی تو تھیں۔

آج بھی دنیائے اسلام میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کا ہدف صرف تیل پر قبضہ جمانا نہیں، بلکہ عیسائی مبلغین کے ۱۹۳۵ء میں یروشلم میں پاس کردہ اس واشگاف اعلان پر عملدرآمد بھی ہے، جس میں کہا گیا تھا: ''ہمارا مشن مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کرانا نہیں، کیونکہ اس طرح تو انہیں عزت وتکریم حاصل ہوگی، بلکہ ہمارا مشن یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اسلام سے اس طرح نکال دیں کہ اس کا اللہ سے کوئی تعلق باقی نہ رہے، وہ صرف خواہشات کا بندہ بن کر رہ جائے، تعلیم حاصل کرے تو صرف خواہشات نفسانی کے لئے، مال حاصل کرے تو صرف سفلی مقاصد کے لئے اور اونچے سے اونچے منصب تک پہنچے تو بھی قومی مفادات کو ذاتی مفادات کی بھینٹ چڑھانے کے لئے۔''

کیا آج یہ حقیقت طشت از بام نہیں ہو رہی ہے کہ صلیبی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں؟!

جہاں تک عراق کا تعلق ہے، یہ ملک ہزاروں سال سے آباد ہے۔ اس کے اندر بے شمار تاریخی وثقافتی راز پنہاں ہیں۔ انبیائے کرام علیهم الصلاة والسلام کی جائے پیدائش بھی ہے۔ اس پر بارہا عروج وزوال کے مختلف ادوار گزرے ہیں۔ دریائے فرات اور نیل روئے زمین کی آبادکاری کے بنیادی وسائل ہیں۔ رسول اللہ صلی الله علیه وآله وسلم نے واقعہ معراج کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: { ورفعت لی سدرة المنتهی ..... فی أصلها أربعة أنهار، نهران باطنان و نهران ظاهران فسألت جبريل فقال: أما الباطنان ففی الجنة و أما الظاهران النيل والفرات } [بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملا ئكة حديث (٣٢٥٦) ٦/٣٤٩، مسلم كتاب الايمان حديث (٢٦٤) ٢/ ٢٢٤]

پس انسانی آبادی کی ابتدا بھی ان ہی دریاؤں کے آس پاس ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیه السلام سے لے کر حضرت عیسی علیه السلام تک انبیائے بنی اسرائیل کی دعوت وتبلیغ ان ہی آبادیوں میں پھلی اور پھولی۔ خود ملک عراق کے اندر رونما ہونے والے انقلابات کا ذکر ہی کیا، مگر دو بیرونی انقلابات ایسے ہیں، جن سے عالم اسلام لرزہ براندام ہو کر رہ گیا اور ہر دو مواقع نے امت اسلامیہ کے اندر بے بسی وبے وقعتی کا احساس بیدار کر دیا۔ میری مراد تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد سے ہے۔

مولانا علی میاں ندویؒ نے **''امت اسلامیہ کے تاریخی دشمنوں کا کردار''** کے عنوان سے لکھا ہے:

'' ساتویں صدی ہجری کا زمانہ عالم اسلام کے لیے پرآشوب، پرفتن اور تباہ کن عہد تھا۔ تاتاریوں کی یلغار اور حملوں کے سیل رواں کے مقابلے میں عالم اسلام خس وخاشاک کی طرح زیروزبر ہو گیا تھا، ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ تاتاری حملوں سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ جس بڑے پیمانے پر بغداد پایۂ تخت حکومت عباسیہ کی تباہی ہوئی تھی، اس سے یہ خیال

پیدا ہو گیا تھا کہ اب مسلمان کبھی سر اٹھا نہیں سکیں گے۔

پورے عراق اور اس سے ملحقہ علاقوں کو جس طرح تاتاریوں نے تاراج کیا تھا، اس کا اندازہ شیخ سعدی شیرازیؒ کے مرثیے سے کیا جا سکتا ہے، جو زوال خلافت عباسیہ پر خون کے آنسو کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مرثیہ کا دل دہلا دینے والا ایک شعر یہ ہے:

آسماں راحق بود گر خون ببارد بر زمین　　بر زوال ملک مستعصم امیر المؤمنین

یہ حکومت عباسیہ کا زوال نہ تھا، بلکہ امت اسلامیہ کا زوال تھا، مگر اس زوال کا سبب صرف اپنے ہی بااثر، صاحب اختیار اور ذمہ دار لوگ تھے، جو مار آستین اور خنجر در بغل ثابت ہوئے، اپنے فرقے کے چند زخم خوردہ افراد کا انتقام لینا چاہا، تو اسلام کے دشمنوں کو حملہ کی دعوت دے کر انتقام کی آتش فروزاں کو بجھانا چاہا، اور بعد میں انہی غداروں یعنی خلیفہ کے وزیر ابن علقمی اور اس کے رفیق کار نصیر الدین طوسی کو بھی تاتاریوں نے خود ہی قتل کر دیا کہ "**جو اپنوں کا وفادار نہیں ہوا، ہمارا وفادار کس طرح ہو سکتا ہے۔**" زوال حکومت عباسیہ مسلمانوں کی تاریخ کا ناقابل فراموش، عبرت ناک سانحہ بلکہ المیہ ہے۔" [تحفہ پاکستان /۸]

آج چودھویں صدی ہجری کے بعد عراق کی پھر اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ بہت پہلے سے صدام حسین کو اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ اپنے اس آلہ کار کو ایران کے خلاف جنگ پر اکسایا، پھر ایک خود مختار ملک کویت پر قبضہ کرنے کی شہ دی۔ اس ناروا جنگ نے پورے خلیج کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ پھر کویت کو آزادی دلانے کی غرض سے عراق پر حملہ کر دیا۔ کویت تو آزاد ہوا، مگر صدام حسین کی حکومت بھی جان بوجھ کر برقرار رکھی گئی، البتہ عراق کو اقتصادی و عسکری دونوں طور پر تباہ کر دیا گیا۔ کویت پر ناحق عراقی ظلم و بربریت کی وجہ سے امریکہ اور اس کے چیلوں کو اقوام متحدہ اور عالم اسلام کی بھی حمایت حاصل تھی۔ مگر حالیہ جنگ میں خطرناک اسلحے کی موجودگی کا بہانہ تراشا گیا، مگر اسلحہ موجود نہیں تھا۔ اقوام متحدہ کے انسپکٹر صاف رپورٹ دے چکے تھے۔ اور تا حال ان قابضین کو بھی نہیں ملا۔ جو آج کل خود حملہ آور ملکوں میں بھی موضوع بحث بنا ہوا ہے۔

ایک سال پہلے افغانستان پر قبضہ جمایا۔ اس مقصد کے تحت ایک غیر مرئی دشمن **القاعدة** کے نام سے تراشا گیا اور اس کو انتہا پسند مسلمانوں کی جماعت فرض کر کے پورے عالم اسلام کے خلاف "صلیبی جنگ" CRUSADE کا واشگاف اعلان کر دیا گیا۔ دوسرے مرحلے پر عراق کی باری آئی، پھر کس کی باری آئے گی؟ وہ بھی واضح ہے۔ اب یہ جنگ تھمنے والی نہیں، اس لئے کہ دراصل صلیب اور اسلام کی کشمکش ہے، عدل و انصاف کے خلاف متعصب دہشت گردوں کی یلغار ہے۔

صلیب پرستوں یعنی مغربی دہشت پسندوں کے پیمانے اپنوں اور غیروں کے لئے سراسر مختلف ہیں۔ یہ دوسروں کو